نبی کریم ﷺ بحیثیت ایک امن پسند رہبر
(فعلی اور قولی تعلیمات کی روشنی میں)

The Holy Prophet Muhammad (S.A.W) as a peaceful leader In light of verbal and practical teachings

نجم الحسن[i]　　نظار حسین[ii]

Abstract

There is no peace in all over the world especially in the Muslim countries. Casuists and Thinkers are adjudging and allocating the circumstances and legislations have been made as a peace frame, but in vain. The possible and determinative peace frame is the message of Almighty Allah and the instructions of our Holy Prophet Muhammad S.A.W.The whole life of Muhammad S.A.W is the documentary proof of this allegation. He was sent in the society where peace, theism, affability and amplitude were disappear. He alchemized the human's deliberation and basic concept and gave them a peaceful environment. Now it is needed to be acted upon the consistent life of our Holy Prophet Muhammad S.A.W in this regard. In this article, efforts have been made to prove the said allegation and a peace frame is being given to humans in the light of Islam.

Key words:*Peaceful Leader,Prophet,Verbal, thinker*

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ انسانوں میں جب بھی فساد آیا ہے تو اس نے ان کی اصلاح کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ پر آکر

i پی ایچ۔ڈی سکالر اینڈ ڈیمانسٹریٹر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ختم ہوا ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات میں بھیجا کہ ساری انسانیت کے عقیدے، معاش، معاشرے اور اخلاق میں فساد آئی ہوئی تھی حتی کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جس میں امن کی کوئی صورت باقی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے دنیا امن کا گہوارہ بن گیا اس لیے کہ اسلام سلامتی سے ہے اور ایمان دنیا اور آخرت میں امن کا ضامن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ[1]

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے ملوث نہیں کیا ان کے لیے امن وبے خوفی ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں[2]۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں میں یہ دونوں صفات جمع ہو جائیں، پہلی صفت ایمان لانا ہے جو کہ قوتِ نظریہ کا کمال ہے اور دوسری صفت ظلم کی التباس سے ایمان کو بچانا ہے جو کہ قوتِ عملیہ کا کمال ہے، تو ان کے لیے امنِ مطلق ہے[3]۔ یعنی ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامل اور مکمل امن ہے اور ان پر کوئی غم اور حزن نہیں ہو گا[4]۔

نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے امن کو اولین ترجیح دی ہے اس لیے کہ امن کے بغیر نہ معاش پروان چڑھ سکتی ہے اور نہ اطمینان کے ساتھ عبادت کی جاسکتی ہے۔ جیسا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ[5]

"اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا فرما۔"

نبی کریم ﷺ تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی دینِ حنیف پر ہے اس لیے آپ ﷺ نے بھی امن کو اولین ترجیح دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب ہرقل[6] کو اسلام کی دعوت کے لیے خط بھیجا تو اس میں تحریر فرمایا تھا:

أدعوك بدعاية الإسلام أسلم تسلم[7]

"میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرو امن پاؤ گے۔"

نبی کریم ﷺ نے اسلام قبول کرنے کی جزا عموم کے ساتھ بیان فرمایا کہ اگر اسلام قبول کرے تو دنیا اور آخرت میں ہر خوفناک چیز سے محفوظ ہو جاؤ گے[8]۔

امن کا لغوی معنی

امن باب سمع سے مصدر ہے اور اس کا معنی امن دینا ہے اور یہ خوف کی ضد ہے اور اسی سے مأمن ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے امن کی جگہ[9]۔

امن کا اصطلاحی معنی

الأمن: عدم توقع مكروه في الزمان الآتي[10].

"آنے والے زمانے میں کسی ناخوشگواری کی عدم توقع۔"

عدمُ توقُعِ مَكْروهٍ في الزّمنِ الآتي ، وأَصْلُه طمأْنينَةُ النَّفسِ وزَوالُ الخَوْفِ[11]

"آنے والے زمانے میں کسی ناخوشگوار کی عدم توقع، اس کی اصل نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کے لیے ہدایات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو انسانیت کے لئے جس طرح ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے اسی طرح اس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کو پر امن بنانے کے اصول بھی بیان فرمائے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کے پہلے مفسر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنْزَلْنا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ما نُزِّلَ إِلَيْهِمْ من ربهم وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[12]

"اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تاکہ وہ غور کریں۔"

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چونکہ قرآن کریم کو انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری عائد کی گئی اس وجہ سے لازم ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ خود بھی امن کے علمبردار ہوں اور دوسروں کے لیے بھی امن کا داعی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مختلف مواقع پر امن کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ[13]

"اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔ اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔"

یعنی دعوت کے میدان میں اگر تم کو دشمن کی طرف سے سختیاں اور تکالیف پہنچ جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ[14]

"(اے محمد ﷺ) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرلو۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ[15]

"اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ[16] اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غصہ کے وقت صبر اور جہل کے وقت حلم اور برائی کے وقت معافی کا حکم فرمایا ہے[17]۔

نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں امن پسندی کا ثبوت

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے امن و سلامتی یعنی ایمان واسلام کا عملی نمونہ بنا کر بھیجا تھا اور آپ ﷺ کی ساری زندگی خواہ نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد، امن وسلامتی کا درس دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ امن اور سلامتی کے اصول اپنائے

حتیٰ کے نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ امن کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ ایسے واقعات تاریخ میں بکثرت موجود ہیں جن میں آپ ﷺ ہی کی کوششوں سے امن کی فضا قائم ہو کر فتنوں کے دروازے بند ہو چکے تھے۔

نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی زندگی کا ایک مختصر تعارف اس ضمن میں پیشِ خدمت ہے۔

1. حربِ فجار کے موقع پر آپ ﷺ کی امن پسندی

عرب میں اسلام کی ابتداء تک جتنی جنگیں لڑی گئی تھیں ان تمام میں زیادہ مشہور جنگ یہ تھی۔ یہ جنگ قریش[18] اور بنو قیس[19] کے درمیان لڑی گئی تھی۔ اس میں قریش کے تمام خاندانوں نے اپنی اپنی فوجیں بنائی تھیں۔ بنو ہاشم کے علم بردار زبیر بن عبد المطلب[20] تھے۔ قریش اس جنگ میں حق بجانب تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر تقریباً بیس برس تھی۔ لیکن اس میں رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار نہیں اٹھائے۔ اسی سے رسول اللہ ﷺ کی امن پسندی معلوم ہوتی ہے[21]۔

2. حلف الفضول کا واقعہ

مکہ مکرمہ میں "حلف الفضول" کے نام سے ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہم تمام مظلوموں کی مدد کریں گے خواہ مکہ مکرمہ سے باہر اور یا اندر۔ آپ ﷺ کو اس وقت نبوت نہیں ملی تھی لیکن آپ ﷺ اس معاہدے میں تشریف لے گئے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ[22]

"اگر اس کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ دیئے جاتے تو نہ لیتا اور اگر آج بھی اسی طرح کے معاہدے کے لیے مجھے دعوت دی جائے تو مجھے پسند ہے۔"

ان الفاظ سے آپ ﷺ کی امن پسندی کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ عرب کے ہاں اونٹ ایک قیمتی سرمایہ شمار کیا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے مقابلے میں امن کے معاہدہ کو ترجیح دی ہے[23]۔

3. تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کی حسن تدبیر

آپ ﷺ کی عمر تقریباً پینتیس [۳۵] سال تھی کہ بیت اللہ کی از سر نو تعمیر شروع ہوئی۔ اسی دوران حجر اسود[24] نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اس کے حصے میں آئے۔ اس تکرار و اصرار میں تلواریں سونتی گئیں۔ عرب کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو پیالہ میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے یہ دستور بھی ادا کیا، چار دن تک یہ جھگڑا چلتا رہا۔ پانچویں دن قریش کے معمر اور صاحبِ شرافت آدمی ابو امیہ بن مغیرہ[25] نے رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے آئے گا اسے ثالث قرار دے دیا جائے گا۔ سب نے یہ رائے تسلیم کی۔ کل صبح نبی کریم ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ایک چادر بچھا کر اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس میں رکھ دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار اس چادر کو پکڑ کر اٹھالے۔ تمام سرداروں نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے اپنے مقام پر رکھ دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی حسن تدبیر سے یہ لڑائی ختم ہو گئی[26]۔

نبوت ملنے کے بعد تمام مشرکینِ اور یہود آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ نے ہر موقع پر امن و سلامتی کو ترجیح دی اور کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا ہے۔ نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دو حصے ہیں یعنی مکی زندگی اور مدنی زندگی، ذیل میں ان دونوں حصوں سے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

مکی زندگی سے امن پسندی کے ثبوت

مشرکینِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آپ ﷺ کو مجنون، ساحر، دیوانہ، جھوٹا اور شاعر کہا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے یہ اقوال قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ[27]

"بلکہ ظالم کہنے لگے کہ یہ قرآن پریشان باتیں ہیں جو خواب میں دیکھ لی ہیں نہیں بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے نہیں بلکہ یہ ایک شاعر ہے۔"

أَإِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ[28]

"بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں۔"

وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ[29]

"اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر ہے جھوٹا۔"

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ[30]

"کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے لیے زمانے کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اس طریقے سے جب اسلام کا راستہ نہ روکا جا سکا تو مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کی جان کے درپے ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط[31] نے آکر آپ ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال دیا اور آپ ﷺ کا گلہ گھونٹنا شروع کر دیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آکر اسے آپ ﷺ سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے[32]۔

آپ ﷺ کو بنو ہاشم سمیت شعبِ ابو طالب[33] میں تین سال تک محصور رکھا گیا جہاں ان کو کھانے پینے کی چیزیں بھی میسر نہ تھی[34]۔

مشرکینِ مکہ کی ایذاء رسانی جب حد سے بڑھ گئی تو نبی کریم ﷺ نبوت کے دسویں سال طائف[35] تشریف لے گئے کہ شاید وہ میری بات قبول کریں لیکن انہوں نے آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا[36]۔ اسی طرح بے شمار واقعات ہیں لیکن آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

مدنی زندگی سے امن پسندی کے ثبوت

1. مدینہ منورہ میں امن کے لیے مختلف معاہدے

آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انصار کے دو قبائل جو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِپیکار رہتے تھے، آپ ﷺ نے ان کے درمیان صلح کرایا۔ اسی طرح یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نظیر سے معاہدہ فرمایا کہ نہ ایک دوسرے پر تعرض کریں گے اور نہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد کریں گے[37]۔

2. جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ آپ کا معاملہ

مکی زندگی میں کافروں نے نبی کریم ﷺ حد درجہ تکالیف پہنچائیں لیکن جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور ۲ھ میں مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان جنگ لڑی گئی تو اس جنگ میں ان کے ۷۰ آدمی قیدی بنا لیے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو سیدنا عمر[38] رضی اللہ عنہ نے رائے دی:

> اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ. فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ عَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ. فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلنَّاسِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَرَى أَنْ تَعْفُوَ عَنْهُمْ، وَأَنْ تَقْبَلَ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ. قَالَ: فَذَهَبَ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْغَمِّ، فَعَفَا عَنْهُمْ، وَقَبِلَ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ[39]
>
> "ان کی گردنیں اڑادی جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض کیا پھر آپ ﷺ نے یہ کلام دہرایا تو سیدنا عمر نے یہی رائے دی اور جب تیسری مرتبہ آپ نے یہ کلام دہرایا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ[40] نے یہ رائے دی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں معاف فرمادیں۔ تو آپ ﷺ کے چہرے انور سے غم کے آثار دور ہو گئے۔"

اور ان سے فدیہ قبول فرمایا بلکہ جو فدیہ کی استطاعت نہ رکھ سکتے تھے ان کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا۔ اسی سے رسول کریم ﷺ کی امن پسندی اور رحم دلی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی جانی دشمن کے معاف کرنے کی رائے کو پسند فرمائی۔

3. صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کی امن پسندی

رسول کریم ﷺ نے ٦ھ کو خواب دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کرکے بعض اصحاب نے سر منڈایا اور بعض نے کترایا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش ہوئی اور رسول اللہ ﷺ تقریباً چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ آپ ﷺ جب حدیبیہ[41] پہنچے، تو قریش مکہ نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا۔ اس مقام پر کافی گفتگو کے بعد یہ شرائط بھی لگائی کہ جو مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے تو ان کو واپس نہیں کیا جائے گا اور جو مشرک اسلام قبول کرکے مدینہ منورہ آجائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور یہ کہ اس سال آپ عمرہ کے بغیر واپس جائیں اور آئندہ سال آجائیں۔ الغرض امن کی خاطر آپ نے تمام شرائط کو قبول کرلئے۔ معاہدہ لکھتے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب "محمد رسول اللہ" کے الفاظ تحریر فرمائے تو سہیل[42] جو مشرکینِ مکہ کے نمائندے تھے، ان الفاظ کو مٹانے پر بضد تھے تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان الفاظ کو مٹایا۔[43] اس سے آپ ﷺ کی امن پسندی کا اندازہ کیا سکتا ہے۔

4. فتح مکہ میں آپ کی امن پسندی کا تاریخ ساز کارنامہ

رسول کریم ﷺ کی ساری زندگی امن پسندی کی ایک سنہری داستان ہے لیکن غلبہ حاصل کرنے کے بعد امن پسندی کا مظاہرہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو آپ نے امن کا وہ مثالی نمونہ پیش کیا جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو کوئی ہتھیار ڈال دے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کردے یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے تو اسے امن دیا جائے گا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

> يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تُرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرًا، أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ:اذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الطُّلَقَاءُ[44]

"اے قریش کی جماعت! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ خیر کا معاملہ اس لیے کہ آپ مہربان بھائی ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

ان الفاظ سے رسول کریم ﷺ کی امن پسندی کا ایک ایک جھلک کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

5. حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا منشورِ امن

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو امن کا بہترین منشور دے کر ارشاد فرمایا:

وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ[45]

"جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کے) ربیعہ بن الحارث[46] کا خون معاف کرتا ہوں۔"

اور فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ،وَأَمْوَالَكُمْ،وَأَعْرَاضَكُمْ،بَيْنَكُمْ حَرَامٌ،كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا،فِي شَهْرِكُمْ هَذَا،فِي بَلَدِكُمْ هَذَا[47]

"تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر ایسا حرام ہے جیسا کہ یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔"

یعنی جس طرح تم پر اس دن یعنی یومِ عرفات، اس مہینے یعنی ذوالحجہ اور اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کی تعظیم لازم ہے اور ان کی بے حرمتی کرنا تم پر حرام ہے بالکل اسی طرح تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں اور ان کی بے حرمتی تم پر حرام ہے اور ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، كِتَابُ اللهِ[48]

"عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر نکاح میں لی ہیں۔ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے لئے حلال کیا ہے۔ تم لوگوں کا ان پر حق یہ ہے کہ یہ عورتیں تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو لیٹنے نہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کو مارو مگر شدت کے ساتھ نہیں اور تم لوگوں پر دستور کے مطابق ان کو نان ونفقہ اور لباس مہیا کرنا ہے۔ میں تم لوگوں کے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم لوگوں اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب۔"

امن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم میں امن کے اصول بیان فرمائے ہیں تو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں زندگی کی تمام پہلوؤں میں خواہ جس کا تعلق گھر سے ہو یا باہر سے، رشتہ دار سے ہو یا پڑوسی سے، آقا سے ہو یا غلام سے، تمام معاملات میں امن کی ترغیب دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من أحب أن يبسط ذكر البيان بأن طيب العيش في الأمن وكثرة البركة في الرزق للواصل رحمه إنما يكون ذلك إذا قرنه بتقوى الله[49]

"جسے پسند ہو کہ یہ بیان عام ہو جائے کہ زندگی کا مزہ امن میں ہے اور رشتہ داری قائم کرنے والے کی رزق میں بہت برکت ہوتی ہے تو یہ تب ہو گی جب اس میں اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا مانگتے:

اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالأَمْنِ وَالإِيمَانِ وَالسَّلاَمَةِ وَالإِسْلاَمِ ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ[50]

"اے میرے اللہ! ہم پر یہ مہینہ امن، ایمان، سلامتی اور اسلام (پر عمل) میں پورا کردے۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔"

اور فرمایا:

إن الله عز وجلُ ضمن لمن كانت المساجد بيته الأمن والجواز على الصراط يوم القيامة [51]

"جو شخص مساجد کے ساتھ دل لگائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے امن اور قیامت کے دن پلِ صراط پر گزارنے کی ضمانت لی ہے۔"

آپ ﷺ نے غزوہ اُحد کے موقع پر یہ دعا مانگی:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّعِيمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ ، وَالأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ ، اللَّهُمَّ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا،وَشَرِّ مَا مَنَعْتَنَا[52]

"اے میرے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تنگدستی کے دن نعمتوں کا اور خوف کے دن امن کا۔ اے اللہ! میں تجھ سے جو شر تو نے ہمیں دیا ہے اور جو شر منع کیا ہے، ان سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اور فرمایا:

الأمن والعافية نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس [53]

"امن اور عافیت دونوں ایسی نعمتیں ہیں کہ بہت سے لوگ اس سے دھوکے میں ہیں۔"

اور فرماتے تھے:

اللهم إني أعوذ بك من موت الهدم وأعوذ بك من موت الغم وأعوذ بك من سوء الأمن وأعوذ بك من الخيانة فإنها بئست البطانة وأعوذ بك من الجوع فإنه بئس الضجيع[54]

"اے اللہ میں کسی عمارت کے نیچے دب کر مرنے، غم کی موت، بدامنی اور خیانت سے پنا مانگتا ہوں، کیوں یہ بدترین خصلت ہے۔ بھوک سے پناہ مانگتا ہوں کیوں یہ ایک برا ساتھی ہے۔"

اور فرمایا:

المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه التقوى ههنا بحسب امرئ من الشر أن يحتقر أخاه المسلم[55]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے، نہ اسے جھٹلاتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے۔ ہر مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے تقوی کا تعلق دل سے ہے اور آدمی کے برائی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"

1. نبی کریم ﷺ بحیثیت ایک امن پسند شوہر

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا[56] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا"

خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي[57]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے بارے میں تم سے بہتر ہوں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی اچھائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ بیوی کے معاملہ میں اچھا ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے اپنی ذات کو بطور نمونہ پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔

2. نبی کریم ﷺ بحیثیت ایک امن پسند پڑوسی

سیدنا ابو ہریرۃ[58] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي لاَ يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ[59]

"ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ شخص مومن نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم وہ شخص مومن نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم وہ شخص مومن نہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون شخص آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔"

اور فرمایا:

خير الأصحاب عند الله خيرهم لصاحبه وخير الجيران عند الله خيرهم لجاره[60]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہی ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ اچھا ہو اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا ہو۔"

اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ایک کامل مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پڑوسی سے حسنِ سلوک کرے اور اسے اپنی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچائے ورنہ نقصِ ایمان لازم آئے گی۔ اس لیے آپ ﷺ نے پڑوسی کو امن دینے کی ترغیب دی ہے۔

3. نبی کریم ﷺ بحیثیت ایک امن پسند مکفل

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ كَالقَائِمِ لاَ يَفْتُرُ،وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ[61]

"کہ کسی بے چاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ یہ اس شب بیدار بندے کی طرح ہے جو عبادت اور شب خیزی میں سستی نہ کرتا ہو اور اس صائم الدہر بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کمزور طبقے کی زندگی کو امن اور سلامتی کے ساتھ گزارنے کے لئے پُر اثر انداز سے امت میں بیداری پیدا کی۔ اسی طرح یتیم کو پُر امن زندگی بنانے کے لئے آپ ﷺ نے امت کو یوں ترغیب دی ہے:

أَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا» وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالوُسْطَى[62]

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کرکے فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کو امن دینے کا تصور پیش کیا

عبد اللہ بن عمر[63] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله، كم نعفو عن الخادم؟ فصمت، ثم أعاد عليه الكلام، فصمت، فلما كان في الثالثة، قال اعفوا عن الخادم؟ فقال كل يوم سبعين مرة[64]

"رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنے خادم اور غلام کی غلطیاں کس حد تک ہمیں معاف کر دینا چاہیئں۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اس شخص نے دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں یہی عرض کیا آپ پھر خاموش رہے اور جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ پھر جب تیسری دفعہ اس نے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر روز ستر دفعہ۔"

اس حدیث میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غلام کو ستر مرتبہ معاف کرنے کا جو حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل کسی کے معاف کرنے کا جذبہ کتنا ہے ایک عقل سلیم والا شخص یہ اندازہ خوب لگا سکتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کمزور طبقے کو کیسے امن اور حق دیا۔ پوری دنیا کی انسانیت اس کے مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مختصر یہ کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے خواہ جس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو اور یا اجتماعی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے بارے میں امن کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ اور یہ اصول صرف بیان نہیں فرمائے بلکہ اپنی زندگی میں اس کا ایک عملی نمونہ پیش کیا ۔

خلاصہ بحث

اس مضمون میں دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی خواہ نبوت سے پہلے ہو یا بعد کا، انفرادی ہو یا اجتماعی خواہ جس کا تعلق گھر سے ہو یا معاشرے سے، شاگرد کے ساتھ ہو، دوست کے ساتھ ہو یا دشمن کے ساتھ ہو کمزور طبقہ کے ساتھ ہو یا اچھے خاندان والوں کے ساتھ غرض یہ کہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں آپ نے امن پسندی کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ اللعالمین کا لقب دیا گیا ہے۔

نتائج

اسلام امن اور سلامتی کا خطبہ ہے جس طرح اس کے لغوی معنی سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ہر میدان میں امن کی ترغیب دی ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات اور عملی زندگی اس کا بین ثبوت ہے۔ امن کی فضاء کا قیام رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے بغیر ناممکن ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الانعام ٦: ٨٢

2 جالندھری، مولانا فتح محمد، ترجمہ قرآن [القرآن الکریم]، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

3 امام رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب ۱۳: ۴۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت

4 ڈاکٹر محمد محمود حجازی، التفسیر الواضح ۱: ۶۳۵، دارالجبل الجدید، بیروت

5 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۲۶

6روم کے بادشاہ کالقب ہے، نبی کریم ﷺ نے دحیہ کلبیؓ کو دعوت اسلام کا جو خط دیا تھا اور جس کا ذکر کتب حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد "ہرقل بن یوسطین ہے، جس کو روم کی بادشاہت اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی۔ ہجرت مدینہ سے سات سال پہلے بادشاہ بنا۔ خلافت عمرؓ کے آخری ایام تک اس کی بادشاہت باقی رہی۔(البکری، عبداللہ بن عبد العزیز، المسالک والممالک ۱: ۳۱۵، دارالغرب الاسلامی بیروت، طبع ۱۴۰۲ھ / ۱۹۹۶ء

7النیسابوری، صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج، کتاب الجہاد والسیر[۳۳]باب كتابِ النبى صلى الله عليه وسلم إِلَى هِرَقْلَ يَدْعُوهُ إِلَى الإِسْلاَمِ [۲۶]حدیث:۴۷۰۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت

8 بدرالدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱: ۳۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء

9 الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین ۸: ۳۸۸، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت، ۱۴۰۵ھ

10 الجرجانی، علی بن محمد، التعریفات ۱: ۵۵، نص: ۲۲۱، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ

11 الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس ۳۴: ۱۸۴، دارالہدایۃ، بیروت

12سورۃ النحل ۱۶: ۴۴

13سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۶

14 سورۃ الاعراف ۱۹۹:۷

15 سورۃ حم السجدۃ ۴۱:۳۴،۳۵

16 سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بن ہاشم بن عبد مناف القرشی(۳ق ھ /۶۱۹ء- ۶۸ھ / ۶۸۷ء) جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ کنیت ابو العباس اور زیادہ علم و فضل کی وجہ سے آپ کو حبر الامۃ کہا جاتا تھا۔ ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے شعب ابی طالب والے سال آپ پیدا ہوئے۔ آپؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی میری عمر دس سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن آپ کو اپنے قریب کرکے یہ دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ عَلِّمۂ الحِکْمۃ"، اور ایک روایت میں یہ دعا آئی ہے: "اللّهمّ فقّهه في الدّين وعلّمه التّأويل۔" آپ کی وفات طائف میں ہوئی۔(ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری البغدادی، الطبقات الکبری ۲: ۲۷۸، مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ طبع ۱۴۰۸ھ /۱۹۸۷ء--- الأصابۃ ۴:۱۲۲--- الأصفبهانی ،ابونعیم احمد بن عبداللہ، معرفۃ الصحابۃ ۳: ۶۹۹، دارالوطن للنشر، الریاض ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء

17 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم ۷: ۱۸۱، دار طیبہ للنشر والتوزیع ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

18 قریش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں قصیٰ بن کلاب کی طرف منسوب ہے جسے بہادری اور خوش انتظامی کی وجہ سے قرشی کا لقب دیا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں آباد ہیں۔ تمام دنیا میں سب سے معزز قبیلہ یہی ہے۔ (ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ ۲: ۲۶۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)

19 بنو قیس بن ثعلبہ بن عُکابہ بن صعب طرفہ بن لبید شاعر اسی قبیلے میں سے تھا۔ حربِ فجار میں قریش کے مدِ مقابل تھے اور تعداد میں قریش سے زیادہ تھے۔ یمامہ میں آباد تھا اور سب سے زیادہ شاعر اسی قبیلے میں پیدا ہوئے۔ (الاغانی، ابو الفرج اصفہانی ۲۲: ۵۹، دار الفکر، بیروت)

20 زبیر بن عبد المطلب، ابو طاہر نبی کریم زبیر بن عبد المطلب ﷺ کے چچا تھے۔ زمانہ جاہلیت کے اشراف اور شاعروں میں سے تھے۔ حربِ فجار کے خاتمے اور حلف الفضول کے داعی تھے۔ اچھے شہسوار اور بہادر تھے۔ عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب ان کی اولاد میں سے تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ (ڈاکٹر جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام ۱۸: ۲۷۴، دار الساقی، بیروت، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)

21 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، لسیرۃ النبویۃ ۱: ۱۶۸ شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی

22 السیرۃ النبویۃ ۱: ۱۳۴۔۔۔ امام بیہقی، أحمد بن حسین، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ: ۲۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

23 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱: ۱۳۴

24 اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کو جب بیت اللہ دوبارہ بنانے کا حکم فرمایا تو دونوں نے اسے بنانا شروع فرمایا۔ جب حجرِ اسود کی جگہ تک بنایا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا کہ جاؤ اور میرے لیے ایک پتھر لاؤ تاکہ میں یہاں پر نصب کر دوں کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہاں سے شروع کر دیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام وادی میں پتھر تلاش کرنے کے لیے گئے اور ایک پتھر لے آئے لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ آپ پتھر تلاش کرنے کے لیے دوبارہ چلے گئے۔ اس دوران سیدنا جبرئیل علیہ السلام یہ جنتی پتھر لے آئے۔ (ابو البقاء، محمد بن احمد، تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف ۱: ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء)

25 ابو امیہ بن مغیرہ کا نام حذیفہ اور والدہ کا نام ربطہ بنت سعید تھا۔ قریش میں عزت اور شرافت کے مالک تھے۔ اپنے ہم سفر ساتھیوں کے کھلاتے پلاتے تھے اس لیے "زاد الراکب" کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ (المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام ۹: ۳۸)

26 تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف ۱: ۱۰۸

27 سورۃ الانبیاء ۲۱: ۵

28 سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷: ۳۶

29 سورۃ ص ۳۸: ۴

30 سورۃ الطور ۵۲: ۳۰

31 ابو معیط کا نام ابان بن ذکوان بن امیہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ تکالیف پہنچائے۔ غزوہ بدر میں قیدی بنا لیا گیا۔ نبی کریم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔(البدایہ والنہایہ ۳: ۳۸۲)

32 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المبعث النبوی[۶۷] باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ[۲] حدیث ۳۸۵۶۔ دار طوق النجاۃ طبع ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء

33 شعب ابو طالب مکہ مکرمہ کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں پر قریش نے تین سال تک بنو ہاشم سے مقاطعہ کر کے محصور کر رکھا تھا۔(معجم البلدان، الحموی، ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ ۱: ۳۶۱، دار صادر، بیروت، طبع ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء)

34 امام بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶: ۳۶۵ حدیث: ۱۳۴۵۷: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، ۱۳۴۴ھ

35 طائف کو حسین بن سلامہ نے تعمیر کیا ہے اور اس کے بیٹے نے اس کے گرد دیوار بنایا ہے۔ اس چاردیواری کی وجہ سے اسے طائف کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بنو ثقیف قبیلہ کا وطن ہے جو مکہ مکرمہ سے ۱۲ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔(معجم البلدان ۴: ۹)

36 اسماعیل بن کثیر، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ۲: ۱۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت

37، المقریزی، احمد بن علی، امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال والحفدۃ والمتاع ۱: ۲۱۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

38 سیدنا عمر فاروق بن خطاب، قرشی، عدوی، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ مکہ میں ۴۰ ق ھ / ۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ سب سے پہلے ان کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارا گیا۔ جلیل القدر صحابی تھے نہایت بہادر تھے۔ قریش کے نوجوانوں میں سے تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان کی عدالت ضرب المثل تھی آپ کے زمانے میں بہت سے علاقے فتح ہوئے تھے۔ آپ سے ۵۳۷ احادیث مروی ہیں۔ ۲۳ھ کو وفات

پائی اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔(مزي، يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، تهذيب الكمال في أسماء الرجال ۲۱: ۳۱۷ مؤسسۃ الرسالۃ- بیروت، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔۔۔ ابن جوزي، عبد الرحمن بن علي جمال الدين أبو الفرج، صفة الصفوة ۱۔ ۱۱۸:۲ دار الحديث، قاهرة، مصر

39 اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ ۴۵۷:۲، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، طبع ۱۳۹۵ھ

40 سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ(عبداللہ) بن ابی قحافہ (عثمان) بن عامر بن تیمی قریشی بالغ مردوں میں سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا پہلے خلیفہ راشد ہے آپ کے والد، والدہ بیوی اور اولاد سب نے اسلام قبول کیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں نہ بت پرستی اور نہ شراب پیا تھا۔ ۱۱ھجری میں خلیفہ بنے۔ ۱۳ ہجری / ۶۳۴ء کو وفات پاگئے۔ آپ کی مرویات ۱۴۲ ہیں۔(صفۃ الصفوۃ ۲: ۳-۱

41 حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے اس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے اور اس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ مکہ سے ۹ میل کے فاصلے پر ہے اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حل میں ہے۔(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر، احمد بن علی ۳۳۹:۷، دار المعرفہ بیروت ۱۳۷۹ھ)

42 سہیل بن عمرو بن عبد شمس وہ آدمی تھے جنہوں نے قریشِ مکہ کی نمائندگی کر کے صلح حدیبیہ میں شرکت کیا تھا۔ قریش کے خطیب تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ انتہائی عبادت گزار تھے۔ جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔(اسد الغابۃ ۲: ۳۲، ترجمہ: ۲۳۲۵)

43 السیرۃ النبویۃ ۳: ۳۲۴

44 سہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۷ :۲۳۲ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء۔۔۔ ابن سید الناس، محمد بن محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، بقیۃ الخبر عن مکۃ ۲: ۲۲۶، دار لقلم، بیروت

45 صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ ۲: ۸۸۶

46 ربیعہ بن الحارث رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور خلافت فاروقی تک زندہ رہا۔ اور ۲۳ھ میں وفات پائی۔ ان کا ایاس نامی ایک بیٹا تھا وہ قبیلہ بنو سعد میں پرورش پارہا تھا کہ ہذیل نے ان کو قتل کر ڈالا۔(معرفۃ الصحابۃ، ابن مندہ ۱: ۵۹۲، محمد بن اسحاق بن محمد، مطبوعات جامعۃ الامارات العربیۃ، ۱۴۲۶ / ۲۰۰۵ء)

47 بخاری، کتاب الادب ۱: ۲۴

48 مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ ۸۸۶:۲

49 محمد بن حبان بن احمد، صحیح ابن حبان ۱۸۱:۲، باب الاخلاص واعمال السر، حدیث: ۴۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

50 امام بزار، احمد بن عمرو، مسند البزار، حدیث:۹۴۸، مسند یحیی بن طلحہ: مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، ۲۰۰۹ء

51 مسند البزار ۱۰: ۸۵، حدیث: ۴۱۵۲

52 النسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبریٰ ۹: ۲۲۵، حدیث: ۱۰۳۷۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء

53 امام طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط ۱: ۱۹۸، حدیث: ۶۳۱، دار الحرمین، قاہرہ، ۱۴۱۵ھ

54 البیہقی، احمد بن الحسین، الدعوات الکبیر، ۲: ۶۴، حدیث: ۲۹۹، منشورات مرکز المخطوطات، الکویت، ۲۰۰۹ء

55 سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۲۸] باب ما جاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم [۱۸] حدیث: ۱۹۲۷

56 سیدنا عائشۃ رضی اللہ عنہ بنت سیدنا ابو بکر صدیق ام المؤمنین ۹ ق ھ / ۶۱۳ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ علم وادب اور علوم دینیہ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ۲ھ کو رسول اللہ ﷺ سے شادی ہوئیں اکابر صحابہ آپ میراث کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ آپ سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہے۔ ۵۸ھ / ۶۷۸ء کو مدینہ میں وفات پا گئی۔ (ابن الجوزی، جمال الدین ابو لفرج، تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر، شرکۃ دار الارقم ابن ابی الارقم، ۳۶۷، بیروت ۱۹۹۷ء)

57 محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، باب فضل ازواج النبی ﷺ ۵: ۷۰۹، حدیث: ۳۸۹۵، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

58 ابو ہریرۃ عبد الرحمن بن صخر الدوسی (۲۱ ق ھ / ۶۰۲- ۵۹ھ / ۶۷۹ء) بڑے صحابہؓ میں سے ہیں۔ ۷ ہجری جنگ خیبر کے موقع پر آپ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے۔ سب سے زیادہ احادیث آپ سے منقول ہیں جو کہ ۵۳۷۴ ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک دن آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حافظہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کے حافظہ کے لئے دعا کی اس کے بعد انہوں نے ایک حرف کو بھی نہیں بھلایا۔ عمرؓ نے آپ کو بحرین کا عامل بنایا تھا۔ مدینہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (أسد الغابۃ ۵: ۳۱۸، ترجمہ: ۶۳۱۹)

59 بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ ۸: ۱۰

60 الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام أحمد بن حنبل ۲: ۱۶۷، ۶۵۶۶ مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء

61 بخاری، کتاب الادب، باب الساعی علی المسکین ۸: ۳۳۹

62 بخاری، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیما ۸: ۳۴۹

63 نام عبد اللہ والد کا نام عمر بن خطاب کنیت ابو عبد الرحمٰن غزوہ احد میں کم عمری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ آپ ﷺ کی سنت کی انتہائی پابندی کرنے والے تھے۔ ان کے بے شمار مناقب ہیں۔ ۷۳ھ میں وفات پا گئے۔ (اسد الغابہ ۳: ۳۳۶، ترجمہ: ۳۰۸۲)

64 ابو داؤد، سجستانی، سلمان بن الاشعث ، کتاب الادب، باب فی حق المملوک ۴: ۳۴۱ المکتبہ العصریہ، صیدا بیروت